اسلام نے عورت کو جو بلند مقام بخشا ہے
اس کے مطابق اپنے فرائض ادا کرو

از

سیدنا حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اسلام نے عورت کو جو بلند مقام بخشا ہے اس کے مطابق اپنے فرائض ادا کرو

(مستورات سے خطاب)

(فرمودہ ۲۷ ؍دسمبر ۱۹۵۰ء برموقع جلسہ سالانہ بمقام ربوہ)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

’’میری عورتوں میں تقریر یادگار ہے اُس زمانہ کی جب ابھی مائیکروفون نہیں ہوا کرتے تھے اور جب لاؤڈ سپیکر مردانہ جلسہ کی تقریر کو عورتوں تک نہیں پہنچا سکتے تھے اُس وقت ضرورت ہوا کرتی تھی کہ مَیں عورتوں میں الگ تقریر کروں اس لئے عام حالات میں اب عورتوں میں الگ تقریر کرنے کی مائیکروفون اور لاؤڈ سپیکر کی ایجاد کے بعد خاص ضروت نہیں رہی لیکن اِس طریق کو قائم اِس لئے رکھا گیا ہے کہ بعض باتیں عورتوں کے ساتھ خصوصاً تعلق رکھتی ہیں اور وہ مردوں کی تقریر کا حصّہ نہیں بن سکتیں اس لئے ایسی باتوں کو پہنچانے کے لئے اور عورتوں کے مخصوص معاملات کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے لئے ایک تقریر ایسی رکھ دی جاتی ہے جو عورتوں کے جلسہ میں الگ ہو مگر ظاہر ہے کہ اب اِس تقریر کی اہمیت نہیں رہی اور اب اس کے لئے اتنا وقت دینے کی ضرورت نہیں رہی جتنا پہلے دیا جاتا تھا۔ مثلاً ابھی آج مَیں یہاں سے فارغ ہو کر اور نماز پڑھ کر مردانہ جلسہ میں تقریر کروں گا تو آپ کے لاؤڈ سپیکروں کا تعلق مردانہ جلسہ کے مائیکروفون سے کر دیا جائے گا اور جس طرح مرد میری تقریر سُنیں گے اسی طرح مستورات

بھی یہاں بیٹھی ہوئی میری تقریر سُن سکیں گیں۔

اس سال تو خصوصیت کے ساتھ یہ بات بھی یاد رکھنے والی ہے کہ گزشتہ سال کے جلسہ کے بعد سے مَیں متواتر بیمار چلا آیا ہوں اور خصوصیت کے ساتھ چھ مہینے تک بلکہ اس سے بھی زیادہ گلے کی بیماری رہی ہے۔ بعض اوقات تو آواز بالکل بند ہو جاتی تھی اور محض ہونٹوں سے ہوا نکل سکتی تھی۔ اب بھی میرے گلے کی حالت ایسی ہے کہ مَیں بولتے وقت تکلیف محسوس کرتا ہوں۔ دو دن سے نزلہ دوبارہ میرے کان پر اور ناک پر اور گلے پر گر رہا ہے۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ گلے کی حفاظت جہاں تک ہو سکے کی جائے اور اگر یہ خیال مَیں نہ رکھوں تو شاید باقی تقریریں کرنی بھی میرے لئے مشکل ہو جائیں بلکہ بظاہر حالات اب بھی مشکل نظر آتا ہے کہ مَیں دونوں دنوں کی تقریریں کر سکوں پس مَیں اِسی نیت سے آیا ہوں کہ صرف چند باتیں آپ کے سامنے کروں یہی وجہ تھی کہ مَیں جان بُوجھ کر وقت سے دیر کر کے آیا ہوں کیونکہ اگر مَیں وقت پر آتا تو مجبوراً مَیں تقریریں بھی زیادہ کرتا۔ اب یہاں سے جا کر مَیں نے نمازیں پڑھانی ہیں اور پھر تقریر شروع کرنی ہے پس مَیں نے مناسب سمجھا کہ دیر سے جاؤں اور صرف چند منٹ بولوں، نماز پڑھاؤں اور پھر دوسری تقریر کروں جو اگر لاؤڈ سپیکر خراب نہ ہوا تو انشاءاللہ آپ کو اِسی طرح پہنچے گی جس طرح مردوں کو پہنچ رہی ہوگی۔

مَیں آج احمدی خواتین کی توجہ اس امر کی طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں کہ ''ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد'' ہر زمانے کے ساتھ انسان کا طَور و طریق بدلتا چلا جاتا ہے۔ ایک زمانہ ایسا تھا کہ احمدیت بہت ہی کمزور تھی چند افراد احمدیت میں داخل تھے اور عام طور پر لوگ خیال کرتے تھے کہ یہ چند دن کے مہمان ہیں ایک کھیل ہے جو کھیلا جا رہا ہے جیسے کسی شخص کو جُوں کاٹ لیتی ہے یا پِسّو کاٹ لیتا ہے یا مچھر کاٹ لیتا ہے اِسی طرح وہ سمجھتے تھے کہ چند احمدیوں کی حیثیت ایک جُوں یا ایک مچھر یا ایک پِسّو سے زیادہ نہیں اسی لئے ان کی مخالفت کا رنگ بھی نرالا تھا۔ ایک مخالف مولوی سمجھتا تھا کہ اگر مَیں نے قلم اُٹھا کر لکھ دیا کہ احمدی کافر ہیں تو یہ اُسی وقت ختم ہو جائیں گے اور تمام دنیا میرے فتوے کے نیچے ان

سے ملنا جُلنا چھوڑ دے گی اور یہ ڈر کے مارے ہم سے مل جائیں گے لیکن ان کے فتوے بیکار گئے۔ جنہوں نے احمدیت کا لُطف اُٹھایا اور جنہوں نے احمدیت کی باتوں پر غور کیا وہ سمجھ گئے کہ اگر روحانی چاشنی اور روحانی لذت کہیں سے مل سکتی ہے تو احمدیت سے ہی مل سکتی ہے اس لئے کفر کے فتوے اور اعلان ان لوگوں کے لئے بیکار ثابت ہوئے اور وہ جماعت میں شامل ہونا شروع ہوئے۔

سورج اور چاند کو گرہن لگا اور اُسی طرح لگا جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ طاعون پھیلی اور شہروں کے شہر اور قبیلوں کے قبیلے صاف ہو گئے اور سینکڑوں نے نہیں بلکہ ہزاروں نے محسوس کیا کہ اب آسمان زمین پر تغیر چاہتا ہے اب خدا کچھ کر کے دکھانا چاہتا ہے تب کچھ یہاں سے اور کچھ وہاں سے، کچھ اِس جگہ سے کچھ اُس جگہ سے، کچھ اِس بستی سے اور کچھ اُس بستی سے، کچھ اِس شہر سے اور کچھ اُس شہر سے احمدیت میں داخل ہونے شروع ہوئے اور سینکڑوں سے ہزاروں اور ہزاروں سے لاکھوں تک پہنچ گئے۔ جب جلسہ سالانہ کی بنیاد رکھی گئی ہے اُس وقت پہلے جلسہ میں تین سَو سے کچھ اوپر لوگ شامل ہوئے اور ان تین سَو میں سے بعض آٹھ آٹھ، نو نو سال کے بچے بھی تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں جو آخری جلسہ سالانہ ہؤا اُس پر ساڑھے سات سَو آدمی جمع تھا اور اس ساڑھے سات سَو آدمی کو دیکھ کر حضرت مسیح موعودؑ کی طبیعت پر اتنا اثر ہؤا کہ آپ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے خدا تعالیٰ نے مُجھ سے جو کام لینا تھا وہ لے لیا اور اب میری وفات کا وقت قریب ہے چنانچہ چند ماہ کے بعد ہی آپ فوت ہو گئے۔ اب ایک ایک شہر میں اِس سے بہت زیادہ جماعت پائی جاتی ہے بلکہ بعض شہروں میں تو پانچ پانچ، سات سات بلکہ آٹھ آٹھ ہزار افراد پائے جاتے ہیں۔

اب کُجا وہ زمانہ کہ ساڑھے سات سَو آدمی کے آنے کو بڑی کامیابی سمجھا جاتا تھا اور کُجا یہ زمانہ کہ ایک ایک شہر میں اس سے بہت زیادہ افراد پائے جاتے ہیں۔

حضرت خلیفہ اوّل کی زندگی میں جو آخری جلسہ ہؤا اُس میں اٹھارہ سَو آدمی تھا

اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ اب جماعت بہت زیادہ پھیل گئی ہے اور پہلے سے کئی گُنا طاقتور ہوگئی ہے۔

اس کے مقابلہ میں قادیان کے آخری جلسہ میں چالیس ہزار سے اوپر احمدی شامل تھا اوراب بھی کل شام کے کھانے کی جو رپورٹ ملی ہے اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ چوبیس ہزار مردوعورت نے کل شام کا کھانا کھایا ہے۔ ۲۶ کی شام سے ۲۷ کی شام کی حاضری عام طور پر زیادہ ہوُا کرتی ہے پس کوئی بعید بات نہیں کہ چھبیس ستائیس ہزار کی حاضری ہو جائے۔ اب کُجا سات سَو کُجا اٹھارہ سَو اور کُجا ستائیس ہزار آدمی کا جلسہ پر جمع ہو جانا پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں سوائے افغانستان کے باہر کے کسی مُلک میں احمدی جماعت نہیں تھی مگر اب احمدیت انڈونیشیا میں، ایران میں، شام میں، لبنان میں، مصر میں، سوڈان میں، ایبے سینیا میں، کینیا میں، یوگنڈا میں، ٹانگا نیکا میں، سیرالیون میں، گولڈکوسٹ میں، نائیجیریا میں، انگلینڈ میں، سپین میں، ہالینڈ میں، جرمنی میں، سوئٹزرلینڈ میں، یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ میں، نارتھ امریکہ میں، ماریشس میں، ملایا میں، بورنیو میں، سیلون میں، برما میں اور اِسی طرح اورکئی علاقوں میں قائم ہے جوشاید اِس وقت مجھے یاد بھی نہ ہوں اور بعض جگہ تو اتنی بڑی تعداد میں جماعت پائی جاتی ہے کہ پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ، ہزار آدمی وہاں احمدی ہو چُکا ہے۔

پس جو کیفیت آج سے پچاس سال پہلے تھی اور جو اُس وقت کے لحاظ سے ہمارے لئے کافی سمجھی جاسکتی تھی وہ آج کافی نہیں ہوسکتی۔ بچپن میں جو کپڑے پہنے جاتے ہیں وہ بڑی عمر ہونے پر نہ قد کے لحاظ سے کافی ہوتے ہیں اور نہ قسم کے لحاظ سے کافی ہوتے ہیں۔ چھوٹے بچے کو جس قسم کا کپڑا پہنایا جاتا ہے وہ جوان عمر والے کو نہیں پہنایا جاتا اور پھر جتنا کپڑا چھوٹے بچے کے لئے کافی ہوتا ہے اُتنا کپڑا جوان عمر والے کے لئے کافی نہیں ہوسکتا پس وہ زمانہ اَور تھا اور یہ زمانہ اور ہے۔ اب ضرورت ہے کہ جماعت کا ہر فرد اپنی ذمہ داریوں کو سمجھے مرد بھی اور عورت بھی، بڑا بھی اور چھوٹا بھی، تاجر بھی اور صنّاع بھی، وکیل بھی اور ڈاکٹر بھی، عالم بھی اوران پڑھ بھی، پروفیسر بھی اور شاگرد بھی،

زمیندار بھی اور غیر زمیندار بھی۔

مَیں دیکھتا ہوں کہ سب سے بڑی مشکل ہمارے راستہ میں عورتیں ہیں۔ مَیں نے کوئٹہ میں ایک تقریر کی بعض لوگ جو اُس تقریر میں شامل تھے بہت متأثر ہوئے اور انہوں نے جاتے ہوئے اِس خیال کا اظہار کیا کہ ہم اس تقریر سے اتنے متأثر ہوئے ہیں کہ شاید مطالعہ کے بعد ہم احمدی ہی ہو جائیں۔ جب وہ گھر گئے اور ان کی بیویوں نے یہ بات سُنی تو انہوں نے صاف طور پر اُن سے کہہ دیا کہ اگر تمہاری یہی نیت ہے اور آئندہ بھی تم نے ان کے جلسوں میں جانا اور ان کی تقریریں سُننا اور ان کی کتابوں کو پڑھنا ہے تو ہمیں اپنے ماں باپ کے گھر بھیج دو ہم یہاں رہنے کے لئے تیار نہیں اور چونکہ ایمان ابھی ان کے دل میں پیدا نہیں ہؤا تھا اور چونکہ ان کا مطالعہ بھی ابھی کافی نہیں تھا وہ یہ سُن کر ڈر گئے اور انہوں نے احمدیوں سے ملنا جُلنا ترک کر دیا۔ یہ ایک مثال نہیں سینکڑوں بلکہ ہزاروں ایسی مثالیں ہیں کہ مرد احمدیت کی طرف آتے آتے اِس لئے رُک گئے کہ عورتوں نے مخالفت کی اور انہوں نے مردوں کو اس سے باز رکھا۔

آخر اِس کی کیا وجہ ہے؟ کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ عورت کا دماغ ادنیٰ ہوتا ہے؟ بحیثیت ایک عورت ہونے کے تمہیں یہ خیال کبھی بھی نہیں کرنا چاہئے۔ مَیں بھی اس بات کا قائل نہیں کہ عورت کا دماغ ادنیٰ درجہ کا ہوتا ہے۔ گو اِس وجہ سے کہ عورتوں کو تعلیم پانے کا موقع کم ملتا ہے اِس کا لازمی نتیجہ پیدا ہؤا ہے کہ وہ عملی میدان میں بھی کم نکلتی ہیں لیکن جہاں خدا تعالیٰ کے دین کا سوال ہے عورت کا دماغ مرد سے ادنیٰ نہیں اور اس کا ثبوت ہر زمانہ میں سیاست میں بھی اور مذہب میں بھی ملتا چلا آیا ہے۔ فرعون کی بیوی کا قرآن کریم میں ذکر آتا ہے جس نے فرعون جیسے دُشمن کے پاس رہتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت بھی کی اور مدد بھی کی۔ اسی طرح قرآن کریم میں حضرت مریمؑ کا ذکر آتا ہے وہ بھی ایک عورت ہی تھیں جنہوں نے اپنے بچے کی ایسی پرورش کی کہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا انسان ثابت ہؤا۔ اِسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت خدیجہؓ نے دعویٰ نبوت کے وقت جو نمونہ دکھایا اور جس عقل اور شعور سے کام لیا وہ اسلامی تاریخ کا

ایک بے بہا جوہر ہے جسے ہر قسم کے دُشمن کے سامنے پیش کر کے ہم فخر کر سکتے ہیں۔ہم تو خیر دُور زمانہ کے ہیں اور واقعات سے ہم جتنا اندازہ لگا سکتے ہیں وہ اتنا گہرا نہیں ہوسکتا جتنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ کی صُحبت میں اندازہ لگایا۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کافر کہنے والے لوگ موجود ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے دین کہنے والے لوگ موجود ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا اور جھوٹا مذہب بنانے والا کہنے والے لوگ موجود ہیں اور عیسائیوں کی کتابیں اس سے بھری پڑی ہیں لیکن شدید سے شدید دُشمن بھی یہ اقرار کرنے پر مجبور ہے کہ وہ نہایت ہی ذہین آدمی تھا۔کوئی یہ نہیں کہتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سمجھدار نہیں تھے۔وہ ان کے دین پر حملہ کرتا ہے، وہ ان کی خیانت پر حملہ کرتا ہے مگر ان کی عقل پر حملہ کرنے والا کوئی نہیں۔ایسے عقل مند انسان نے جو رائے حضرت خدیجہؓ کے متعلق قائم کی اور جو گہرا اثر ان کے دماغ پر حضرت خدیجہؓ کا پڑا ہے اِس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ ہم جو دُور سے اندازہ لگا رہے ہیں ہمارے اندازے کتنے چھوٹے ہوں گے اور خدیجہؓ ان سے کتنی بالا ہوں گی کیونکہ ہم سینکڑوں سال بعد میں اندازہ لگا رہے ہیں۔ہمارے سامنے خدیجہؓ کی ساری تاریخ نہیں ہمیں صرف چند واقعات کا علم ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس گھر میں رہتے تھے اور رات دن آپ کا معاملہ حضرت خدیجہؓ سے پڑتا تھا اِس وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہزاروں واقعات دیکھے ہوں گے۔پس آپ نے جو واقعات دیکھے ان کے ماتحت جو اندازہ حضرت خدیجہؓ کا آپ لگا سکتے تھے وہ ہم نہیں لگا سکتے۔چنانچہ اتنی بڑی عقل والا انسان جس کی دانش اور عقل اور بے دار مغزی کا شدید ترین دُشمن بھی قائل ہے اُس پر حضرت خدیجہؓ کا جو اثر تھا اِس کا آپ لوگ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت خدیجہ فوت ہوگئیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ چھوڑ کر مدینہ تشریف لے گئے آپ کی اس کے بعد ۹ شادیاں ہوئیں اور گیارہ یا بارہ سال حضرت خدیجہؓ کو فوت ہوئے بھی ہو گئے ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے غالباً حضرت عائشہؓ کے ہاں ہی تھے کہ کسی عورت کے بولنے کی آواز آئی یہ ذہین اور بے دار مغز انسان جسے اگر کوئی سب سے بڑا نبی نہیں مانتا تو اس

کو دنیا کا عقل مند ترین انسان ماننے پر مجبور ہے بے اختیار ہو کر اُٹھ بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ آہ! میری خدیجہؓ، آہ! میری خدیجہؓ[1] زندہ ہوتیں تو اس فقرے کے کوئی معنی نہ تھے۔ ہم سمجھ سکتے تھے کہ ایک عورت کی آواز حضرت خدیجہؓ کی آواز سے ملتی تھی اس لئے آپ کو دھوکا لگا۔ آپ نے سمجھا کہ خدیجہؓ آ گئیں ہیں لیکن خدیجہؓ کو فوت ہوئے بارہ سال ہو چکے ہیں اور آپ کی کئی دوسری شادیاں ہو چکی تھیں جن میں سے بعض سے آپ ان کی دینی خدمات کی وجہ سے اور قومی خدمات کی وجہ سے اور محبتِ الٰہی کی وجہ سے بہت خوش تھے مگر باوجود اس کے ایک سکتہ آپ پر طاری ہو گیا۔ آپ بھُول جاتے ہیں اِس بات کو کہ خدیجہؓ فوت ہو گئیں ہیں، آپ بھول جاتے ہیں اِس بات کو کہ اس کی وفات پر ۱۲ سال گزر چکے ہیں، آپ بھُول جاتے ہیں اس بات کو کہ میں خدیجہؓ کے بعد اور کئی شادیاں کر چُکا ہوں، آپ بھُول جاتے ہیں اس بات کو کہ ان میں سے کئی ایسی ہیں جو دینی خدمات میں پیش پیش ہیں اور عورتوں میں میری سیکرٹری کا کام کر رہی ہیں۔ آپ ان تمام واقعات کو بھُول جاتے ہیں اور بے اختیار ہو کر کہتے ہیں ''آہ! میری خدیجہ۔ آہ! میری خدیجہ'' آنے والی خدیجہؓ کی بہن تھی اور بہنوں کی آواز آپس میں ملتی ہے مگر اس آواز کو سُن کر آپ بے تاب ہو گئے اور اپنے خیال میں آپ نے یوں محسوس کیا کہ خدیجہؓ فوت ہی نہیں ہوئیں اور وہ پھر اپنے گھر میں آ گئی ہیں۔ یہ بات بتاتی ہے کہ وہ عورت معمولی عورت نہیں تھی وہ عورت اپنی ذہنی اور مذہبی کیفیتوں میں ایسی شان رکھتی تھی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا دانا اور ہوشیار اور عقلمند انسان بھی اُس کی عقل اور دانش سے متأثر تھا اور اس کا نام بھی اِس کے دل میں گُدگُدیاں پیدا کر دیتا تھا۔ پھر حضرت عائشہؓ بھی ایک عورت ہی تھیں جن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں کہ آدھا دین تم عائشہ سے سیکھ سکتے ہو۔[2] اگر عائشہؓ نے واقع میں اسلام کا مطالعہ نہ کیا ہوتا، اگر عائشہؓ نے واقع میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو یاد نہ رکھا ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا صاف گو انسان کیا عائشہؓ کی خاطر یہ کہہ سکتا تھا کہ آدھا دین تم عائشہؓ سے سیکھ سکتے ہو۔

پھر اسلام میں اور بھی بہت سی عورتیں گزری ہیں۔ رابعہ بصریؒ ایک مشہور

صوفی عورت تھیں۔ اِس طرح کئی بادشاہ گزری ہیں، کئی عالم عورتیں گزری ہیں جنہوں نے دین کی بڑی بڑی خدمتیں کی ہیں۔ تو عورت اور مرد میں دماغ کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں جو کچھ ایک مرد سیکھ سکتا ہے وہ ایک عورت بھی سیکھ سکتی ہے۔ گو پہلی نسل اتنی ذہین نہیں ہوگی جتنے ذہین مرد ہوتے ہیں کیونکہ مردوں کی ذہانت میں نسلی تجربہ بھی شامل ہوتا ہے مگر یہ کام تم شروع کر کے ہی سیکھ سکتی ہو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مردوں میں باوجود جاہل ہونے کے یہ مادہ پایا جاتا ہے کہ وہ مسائل بیان کر سکیں گے لیکن عورت اچھی تعلیم یافتہ بھی ہو تو وہ پہلے شرمائے گی پھر مسکرائے گی پھر سر نیچے ڈال دے گی اور پھر ہنسنے لگے گی اور کہے گی اچھا مَیں بھی مسئلہ بیان کر سکتی ہوں لیکن مردوں میں کسی جاہل سے بھی کہو کہ مسئلہ بیان کرو تو وہ مسئلہ بیان کرنا شروع کر دے گا چاہے اُس کو کچھ بھی نہ آتا ہو۔ یہ فرق کیوں ہے؟ اِسی لئے کہ مرد نسلاً بعد نسلاً مسائل بیان کرنے کے عادی ہو چکے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کے اہل ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو نا اہل ہوتے ہیں وہ بھی سمجھتے ہیں کہ ہم اہل ہیں اور عورت جو اہل ہوتی ہے وہ بھی اپنے آپ کو نا اہل سمجھتی ہے۔ یہ ذہنیت کا فرق ہے عقل یا علم کا فرق نہیں۔ یہ عادت تمہیں دور کرنے کی ضرورت ہے۔ اب عورتوں کی حکومت کا زمانہ ہے ملکہ وکٹوریہ کے عہد سے عورتوں نے سر نکالنا شروع کیا اور پھر مغربیت کے اثر کے نیچے ان میں اور زیادہ بیداری پیدا ہوئی اور اب تو یہ حال ہے کہ تھوڑے ہی دن ہوئے اخبارات میں ایک لطیفہ شائع ہؤا۔

نوابزادہ لیاقت علی خان اور ان کی بیگم کی بنگال میں ایک دعوت ہوئی۔ اِس موقع پر کوئی شخص عورتوں کے متعلق نوابزادہ لیاقت علی خان سے باتیں کر رہا تھا۔ باتوں باتوں میں مسٹر لیاقت علی خان اسے کہنے لگے کہ میاں تم یہ طریقہ اختیار کرو کہ بیوی کچھ کرے اسے مان لیا کرو مگر کِیا وہ کچھ کرو جو تمہارا جی چاہے؟ اس پر بیوی بول اُٹھی کہ جو کچھ جی میں آیا کرو گے تو پھر گھر میں بھی آؤ گے یا نہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ یہ کچھ تو ردِعمل ہے اُن مظالم کا جو پُرانے زمانے میں عورتوں پر کئے جاتے تھے۔ پُرانے زمانے میں سمجھا جاتا تھا کہ عورت جُوتی سے سیدھی ہوتی ہے

اور عام طور پر یہ کہا بھی جاتا تھا کہ عورت تو جُوتی کی طرح ہے ایک پیر نکال دیا اور دوسرا لے لیا اور شاید جُوتی تو وہ اب بھی ہے مگر اب اپنے ہی مرد کے سر پر پڑنے لگ گئی ہے۔

یورپ نے دنیا میں جو خیالات پھیلائے ہیں کچھ ان سے متأثر ہو کر اور کچھ علم اور عقل کی روشنی کی وجہ سے اب لوگ پُرانے ظلموں کا جواب کسی قدر دلداری سے دینے لگے ہیں اور یہ دلداری اب تعلیم یافتہ لوگوں سے ہٹ کر نچلے طبقہ میں بھی آ رہی ہے۔ پہلے ہمارے مُلک کا زمیندار عورت سے محبت کرنا جانتا ہی نہیں تھا وہ سمجھتا تھا کہ عورت کا اتنا ہی کام ہے کہ اُس کے لئے روٹی پکاوے مگر اب اس کے دل میں بھی اپنی بیوی سے محبت کا احساس پیدا ہو رہا ہے۔ آج ہی میری بیوی نے ایک واقعہ سُنایا کہ عورتوں کی بیرکوں کے پاس ایک مرد آیا اور اس نے سوراخ میں سے گُڑ نکال کر اندر دیا اور کہا کہ یہ راجو کو دے دو۔ انہوں نے کہا کہ کون راجو؟ مگر وہ یہی کہتا چلا گیا کہ راجو کو دے دو۔ آخر بڑی مصیبت سے اُسے سمجھایا کہ یہاں تو بیسیوں راجو ہیں تم کس راجو کو گُڑ دینا چاہتے ہو؟ انہوں نے تو یہ واقعہ اس انداز سے سُنایا کہ دیکھیں وہ اپنی بیوی کو گُڑ دینے آیا تھا جو ایک نہایت معمولی اور حقیر سی چیز تھی مگر مَیں اِس واقعہ کو سُن کر اس خیال سے گھنٹوں حظّ اُٹھاتا رہا کہ وہ نہایت ریفائنڈ اور اعلیٰ درجہ کا جذبہ جو تعلیم یافتہ لوگوں میں پیدا ہو چُکا تھا وہ اب نچلے طبقہ میں بھی پیدا ہو رہا ہے اور وہ بھی عورت کی قدر و منزلت کو سمجھنے لگا ہے۔ مرد کے ہاتھ میں گُڑ آیا تو اس نے سمجھا کہ بغیر راجو کے اس کے کھانے کا مزہ نہیں آئے گا۔ یہ جذبہ جب اس طرح نیچے پھیلنا شروع ہؤا تو تم سمجھ سکتی ہو کہ مُلک کی کیا حالت ہو جائے گی اور عورت کتنا بلند مقام حاصل کر لے گی۔ بہر حال مُلک کے گوشہ گوشہ میں یا تو مغربی تعلیم کے اثر کے نیچے اور یا اس ردّعمل کے نتیجہ میں جو مسلمانوں نے قرآن کریم کی تعلیم کو بھلا کر اختیار کیا تھا عورت اب بھی ایک نمایاں حیثیت اختیار کر رہی ہے اور یا پھر یہ سمجھ لو کہ جب علم پھیلا اور جہالت دُور ہوئی تو لوگوں کو خود بخود شرم آئی کہ ہم نے عورت کو کیسی ذلّت میں رکھا ہؤا تھا حالانکہ وہ بھی ہماری طرح اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے بہر حال کسی نہ کسی وجہ سے

یورپین خیالات کی وجہ سے یا پُرانے مظالم کے ردّ عمل کی وجہ سے یا علم پھیلنے کی وجہ سے عورت کی حکومت اب پھر قائم ہو رہی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکومت قائم کی تھی مگر بعد میں مسلمانوں نے اِس کو بھُلا دیا۔ حدیثوں میں آتا ہے ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے کوئی ایسی بات کی جو آپ کو پسند نہ تھی اور جس سے فتنہ پیدا ہوسکتا تھا اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ ہم الگ رہیں گے۔ چنانچہ آپ نے باریاں چھوڑ دیں مسجد میں خیمہ لگا کر سب سے الگ تھلگ رہنا شروع کر دیا اور لوگوں نے جب یہ بات سُنی تو ان میں یہ مشہور ہو گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ حضرت عمرؓ کو اپنی رہائش کے لئے چونکہ شہر میں جگہ نہیں ملی تھی اِس لئے آپ مدینہ سے باہر رہتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے ایک ایک انصاری اور مہاجر کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا تھا۔ حضرت عمر کا جو انصاری بھائی تھا ایک دن وہ شہر میں آتا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سُنتا اور دوسرے دن حضرت عمرؓ آتے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صُحبت سے مستفیض ہوتے۔ جس دن یہ واقعہ ہوا ہے اُس دن حضرت عمر کی نہیں بلکہ ان کے انصاری بھائی کی مسجد میں آنے کی باری تھی۔ شام کے وقت وہ گھبرایا ہوا واپس گیا اور جاتے ہی حضرت عمر سے کہنے لگا عمر! اندھیر ہو گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سب بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ حضرت عمر بھی یہ سنتے ہی گھبرائے ہوئے اندر گئے اور جا کر اپنی بیوی سے کہنے لگے آخر وہی ہوا جس سے مَیں ڈرتا تھا۔ ارے مَیں تجھے سمجھایا کرتا تھا کہ مردوں کے مقابلہ میں باتیں نہیں کرنا چاہئیں اور تُو ہمیشہ کہتی تھی مَیں کیوں نہ بولوں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں بھی آپ کے سامنے بولتی ہیں اور آپؐ انہیں منع نہیں فرماتے تو تم مجھے منع کرنے والے کون ہو۔ اور مَیں تجھے ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ اگر وہ ایسا کرتی ہیں تو اس کا نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا اور کسی دن انہیں طلاق مل جائے گی چنانچہ وہی ہوا جس سے مَیں ڈرتا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ساری بیویوں کو طلاق دے دی ہے اس کے بعد اِسی گھبراہٹ

میں آپ مدینہ تشریف لائے اور سب سے پہلے اپنی بیٹی حفصہؓ کے پاس گئے دیکھا کہ وہ رو رہی تھی آپ نے فرمایا کہ کیا ہؤا؟ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں طلاق دے دی ہے؟ انہوں نے روتے ہوئے کہا کچھ پتہ نہیں مجھے صرف اتنا معلوم ہؤا ہے کہ آپ ہم سے خفا ہو گئے ہیں اور مسجد میں چلے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا دیکھ! مَیں تیری ماں کو یہی کہا کرتا تھا کہ ایک دن تیری بیٹی کو طلاق مل جائے گی کیونکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے باتیں کرتی ہے اس کے بعد آپ مسجد میں گئے وہاں خیمہ لگا ہؤا تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے جس کے نشانات آپ کے جسم پر نظر آ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارہ میں گفتگو کریں مگر ڈرتے بھی تھے کہ کہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اَور ناراضگی پیدا نہ ہو آخر انہوں نے گفتگو کا یہ ذریعہ نکالا کہ جاتے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہنے لگے کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ خدا کے نبی ہیں خدا کے پیارے اور اس کے مقرب ہیں اور یہ خبیث قیصر اور کسریٰ دین سے بے بہرہ اور خدا اور رسول کو چھوڑنے والے ہیں مگر وہ لوگ تو اعلیٰ درجے کے محلّات میں رہتے ہیں اور آپ خدا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہو کر ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں۔ ان کا منشاء یہ تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو غصّہ آیا ہؤا تھا وہ کسی طرح دور ہو جائے چنانچہ جب انہوں نے یہ بات کی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور فرمانے لگے وہ تو ظالم بادشاہ ہیں اور ہم خدا تعالیٰ کے نبی ہیں۔ میرا دنیا کی ان چیزوں سے کیا کام ہے مجھے تو اللہ تعالیٰ نے کسی اور مقصد کے لئے بھجوایا ہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ فرو ہو گیا ہے تو انہوں نے کہا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَیں نے تو طلاق نہیں دی۔ آپ نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ آپ نے طلاق نہیں دی مگر یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! عورتوں کی یہ حالت ہے کہ مَیں جب گھر میں جاؤں اور کوئی بات کروں تو میری بیوی مجھے مشورے دینا شروع کر دیتی ہے کہ یوں کرو اور یوں نہ کرو۔ مکّہ والوں میں یہ رواج تھا کہ وہ عورتوں کو بولنے نہیں دیتے تھے اور یہی

اثر حضرت عمرؓ پر بھی تھا چنانچہ وہ کہنے لگے یَا رَسُوْلَ اللہ! مَیں نے اپنی بیوی کو ڈانٹا کہ تم مجھے مشورے دیتی ہو تمہاری کیا حیثیت ہے کہ تم اس قسم کی باتیں کرو۔ اس پر وہ کہنے لگی حفصہؓ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دے لیتی ہے تم مجھے روکتے ہو تمہارا کیا حق ہے تم مجھے روکو، جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو منع نہیں فرماتے۔ مَیں نے کہا کہ اگر یہ بات درست ہے تو کسی دن تمہاری بیٹی کو طلاق مل جائے گی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پھر ہنسے اور آپ فرمانے لگے کہ مَیں نے تو طلاق نہیں دی۔ اس واقعہ سے پتہ لگتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کس قدر عورتیں اپنے مردوں کو مشورے دیتیں اور ان پر ایک رنگ کی حکومت رکھتی تھیں۔[۳] پرانی طرز کے لوگ جیسے حضرت عمرؓ تھے اپنی بیویوں کو ڈراتے بھی تھے کہ اگر تم نے یہی طریق جاری رکھا تو تمہیں طلاق دینی پڑے گی لیکن بہرحال اسلام نے عورت کا درجہ قائم کیا۔ اگر واقعہ میں عورت قابل نہ ہوتی تو کیا خدا عورتوں سے ڈرتا تھا وہ سیدھی طرح کہہ دیتا کہ عورتوں کو گھروں میں بٹھاؤ۔ نہ انہیں علم سکھاؤ اور نہ انہیں دین کے مسائل سمجھاؤ صرف روٹیاں پکانے میں انہیں مشغول رکھو۔ مگر جب خدا نے کہا کہ عورت کو دین سکھاؤ اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کی دو لڑکیاں ہوں اور وہ ان کی اچھی تربیت کرے اور انہیں علم سکھائے تو اُس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے[۴] تو اس کے معنی یہ تھے عورت بھی ویسا ہی دماغ رکھتی ہے جیسا کہ مرد رکھتے ہیں اور عورت بھی ویسے ہی ترقی کر سکتی ہے جیسے مرد کر سکتے ہیں۔ اگر عورت کا دماغ اس قابل نہیں تھا کہ وہ دین کو سمجھ سکتا، اگر عورت کا دماغ اس قابل نہیں تھا کہ وہ علوم کو اخذ کر سکتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیوں فرماتے۔ پس دماغ تو ہے مگر عورت کو اس سے کام لینا نہیں آتا کیونکہ اسے کام کی طرف توجہ نہیں۔ اِس وقت ہزاروں عورتیں یہاں بیٹھی ہیں اِس سال کچھ تو جلسہ گاہ بڑی بنا دی گئی ہے اور کچھ سردی کی وجہ سے عورتیں کم آئی ہیں لیکن پھر بھی کل دوپہر کو پانچ ہزار عورت شمار کی گئی تھی۔ ممکن ہے آج اس سے بھی زیادہ ہوں یا کم از کم کل جتنی ہی ہوں چونکہ ہمارے جلسہ گاہ میں غیر احمدی عورتیں بھی آتیں ہیں اور وہ بھی اس تعداد میں شامل ہوتی ہیں اس لئے اگر

غیر احمدی مستورات پانچ سَو بھی فرض کی جائیں اور ان کو اس مقدار سے نکال دیا جائے تب بھی ساڑھے چار ہزار احمدی عورت اِس وقت یہاں موجود ہے۔ اگر تم اپنے فرض کو ادا کرتیں اور ہر عورت سمجھتی کہ مَیں نے کم از کم ایک عورت کو اسلامی نور سے منور کرنا ہے تو اب تک احمدیت کتنی ترقی کر چکی ہوتی۔

پھر ہماری جماعت میں صرف اتنی ہی عورتیں نہیں جتنی اِس وقت یہاں موجود ہیں بلکہ ہماری جماعت میں ایک لاکھ سے زیادہ عورتیں ہیں۔ اگر وہ ساری کی ساری اپنے فرض کو ادا کریں تو کتنی جلدی احمدیت ترقی کر سکتی ہے اور وہ مخالفت جو محض عورتوں کی وجہ سے ہے کتنی جلدی ختم ہوسکتی ہے۔ پس ضرورت اس بات کی ہے کہ تم اپنی تعلیم کو استعمال کرنا سیکھو۔ ہماری جماعت کی عورتوں میں تعلیم بہت ہے مگر وہ اس تعلیم کو استعمال کرنا نہیں جانتیں اور اپنے وقت کو اِدھر اُدھر کی باتوں میں ضائع کر دیتی ہیں۔ مردوں میں بھی یہ نقص ہے مگر عورتوں میں نسبتاً زیادہ ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مسجد میں بیٹھتے تو ساٹھ دفعہ استغفار کرتے تھے۔[۵] اس زمانہ میں مردوں میں بھی یہ رواج کم ہے اور عورتوں میں تو ساٹھ دفعہ استغفار کی بجائے ساٹھ قہقہے ضرور بلند ہوتے ہیں۔ جہاں عورتیں بیٹھتی ہیں وہ ساٹھ دفعہ ہاہا، ہوہو ضرور کرتی ہیں۔ اگر ہاہا، ہوہو کرنے کی بجائے وہ ساٹھ دلیلیں بیان کریں، اگر ہاہا، کرنے کی بجائے وہ ساٹھ دفعہ استغفار کریں، اگر ہاہا کرنے کی بجائے وہ ساٹھ معقول باتیں بیان کر دیں تو اِس سے کتنی اصلاح ہوسکتی۔

مذہبی تعلیم ہی نہیں دُنیوی تعلیم میں بھی دوسری عورتیں ہماری عورتوں سے پیچھے ہیں بلکہ ہماری اعلیٰ تعلیم کو اگر مدنظر رکھا جائے تو ہماری عورتیں دوسری عورتوں سے سَو گُنے زیادہ ہیں۔ ان میں سے سَو میں سے ایک بھی نہیں جس نے اعلیٰ دُنیوی تعلیم حاصل کی ہوئی ہو اور ہماری جماعت میں کئی ہیں۔ تو تعلیم کے لحاظ سے خواہ دُنیوی تعلیم کو بھی لیا جائے ہماری جماعت میں بہت زیادہ تعلیم پائی جاتی ہے اور ہماری عورتیں نسبتِ تعلیم کے لحاظ سے دوسروں سے پانچ چھ گُنا بڑھ کر ہیں اور اگر دینی تعلیم کو لیا جائے تو ہماری عورتوں کے مقابلہ میں وہ بالکل صفر ہیں۔ ہماری جماعت میں سینکڑوں عورت ایسی ہے

جو قرآن کریم کا ترجمہ جانتی اور دوسروں کو پڑھا سکتی ہے۔ سینکڑوں عورت ایسی ہے جو حدیث کا ترجمہ جانتی اور دوسروں کو پڑھا سکتی ہے لیکن باوجود اِس تعلیم کے تم نے اپنی ذمہ داری کبھی سمجھی ہی نہیں۔ تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یہ مردوں کا کام ہے حالانکہ پھنسی ہوئی کشتی اور پھنسی ہوئی گاڑی بغیر دونوں طرف چپو چلانے کے اور بغیر دونوں بیلوں کے زور لگانے کے نہیں نکل سکتی۔ ہماری کشتی بھی اِس وقت بھنور میں پھنسی ہوئی ہے جب تک دونوں چپو نہیں چلائیں گے مرد بھی اور عورت بھی اور جب تک اس گاڑی کو مرد بھی نہیں کھینچیں گے اور عورتیں بھی اُس وقت تک ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔

پس مَیں لجنہ اماء اللہ کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ ایک کورس جاری کریں جس میں وہ تمام مسائل آجائیں جو بِالعموم ہمیں پیش آتے ہیں اور پھر جیسے خدام کا پندرہ روزہ تربیتی کورس ہوتا ہے اِسی طرح عورتوں میں تحریک کی جائے کہ مختلف مقامات سے اِس غرض کے لئے احمدی عورتیں آئیں اور دینی مسائل سیکھیں۔ یہاں آنے پر ان کو مختلف مسائل کے متعلق نوٹ لکھوائے جائیں۔ سوال و جواب کے ذریعہ ان کی معلومات کو بڑھایا جائے اور ان کے سامنے ایسی تقریریں کی جائیں جو اِن کی عملی استعداد میں اضافہ کرنے والی ہوں۔ ہمیں اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ہم عورتوں کی تعلیم کو اَور زیادہ وسیع کریں۔ اور ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی عورتوں کو اَور بھی اعلیٰ درجے کی تعلیم دلائیں اِس کے لئے مَیں نے فیصلہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ توفیق دے تو اِس سال یعنی ۱۹۵۱ء میں یہاں زنانہ کالج قائم کر دیا جائے۔ جگہ ہم نے تجویز کر دی ہے۔ میری بیوی اُمِّ متین مریم صدیقہ جو ایم، اے ہیں وہ اِس کی نگران ہو سکتی ہیں۔ فرخندہ بیگم بی، اے۔ بی، ٹی ہیں وہ اب جلدی ہی ایم، اے کر لیں گیں وہ پروفیسر مقرر ہوں گی۔ اِسی طرح ایک دو اور عورتیں باہر سے لے کر ہم کام شروع کر دیں گے اور کچھ مرد پردہ کے پیچھے بیٹھ کر پڑھا دیں گے۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ اِس وقت جو دینیات کلاس ہے اسے ختم کر دیا جائے۔ مدرسہ میں جتنی عربی اور قرآن کریم اور دینیات کی تعلیم ہے اُسی پر اکتفاء کیا جائے اور اس کے بعد کالج میں

ان کی تعلیم پر زیادہ زور دیا جائے تا کہ ہماری جماعت میں زیادہ سے زیادہ عورتیں بی، اے اور ایم، اے ہوں۔ تا کہ انہی میں سے وہ ہوں جو دینی خدمات کے لئے وقف ہوں، انہی میں سے وہ ہوں جو ڈاکٹری وغیرہ کا پیشہ اختیار کرنے والی ہوں اور انہی میں سے وہ ہوں جو اپنے گھر بار کا کام کریں اور اپنے خاندان اور علاقہ کی تعلیم کا انتظام کریں۔ اس سال سے ایف، اے کی جماعت شروع کر دی جائے گی۔ اگلے سال تک کورس اور پروفیسروں کے انتظام کے ساتھ انشاء اللہ دوسری جماعت ایف، اے کی اور پہلی جماعت بی، اے کی شروع کر دی جائے گی اور تیسرے سال کے شروع میں سارے بی، اے کی جماعت کھول دی جائے گی اور اگر خدا تعالیٰ پروفیسر مہیا کر دے تو ایم، اے کی کلاسز بھی کُھل جائیں گی۔

پس ایک تو مَیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کی تعلیم کے معیار کو بلند کرنے کے لئے ہم نے کالج کھولنے کا ارادہ کیا ہے اِس کے ساتھ بورڈنگ بھی ہوگا۔ جنہوں نے اپنی لڑکیوں کو کالج میں تعلیم دلانی ہو جیسا کہ لجنہ کی طرف سے بار بار اعلان ہو رہا ہے وہ اطلاع دیں یہاں رہنے والی لڑکیوں کو اپنے گھروں میں ہی رکھیں گے مگر جن کا یہاں کوئی رشتہ دار نہیں ان کے لئے ایک چھوٹا سا بورڈنگ بنا دیا جائے گا اور وہ اُس میں رہیں گی۔ اس ذریعہ سے انشاء اللہ عورتیں بہت جلد اعلیٰ تعلیم حاصل کر لیں گی اور ہمارا علمی معیار بہت اونچا ہو جائے گا۔ ایک کالج آسانی کے ساتھ ایک سَو شاگرد ایک جماعت میں لے سکتا ہے۔ اگر ہر سال ایک سَو بی، اے یا ایک سَو ایم، اے عورتیں ہمارے کالج سے نکلنا شروع ہو جائیں تو دس سال کے اندر اندر سارے مغربی پنجاب کی تعلیم اور سارے مغربی پنجاب کی عقلی اور ذہنی ترقی کا معیار بہت بلند ہو سکتا ہے اور نسبت کے لحاظ سے ہماری تعلیم بہت بڑھ جائے گی۔ دوسری لڑکیوں کا بہت سا وقت مشاعروں میں یا پارٹیوں میں یا سینماؤں میں ضائع چلا جاتا ہے۔ مگر ہمارے کالج کی لڑکیاں ان باتوں میں اپنا وقت ضائع نہیں کریں گی اور وہ بہت جلد علمی ترقی حاصل کر لیں گی۔ لڑکوں کی تعلیم میں بھی ہم نے یہی دیکھا ہے چونکہ احمدی لڑکے محنت زیادہ کرتے اور اپنے وقت کو ضائع ہونے سے بچاتے

ہیں اِس لئے وہ اعلیٰ نمبروں میں پاس ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرے لڑکے سینما میں وقت ضائع کرتے ہیں اور ہمارے لڑکے دوسروں کو بھی ان باتوں سے منع کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارے لڑکے زیادہ ہوشیار ہوتے ہیں اور زیادہ اچھے نمبروں پر کامیاب ہوتے ہیں۔ پھر ان کو اخلاقی تعلیم دی جاتی ہے جس کی وجہ سے عام طور پر ان میں دیانتدار زیادہ ہوتے ہیں۔

غرض احمدیوں کے لئے ترقی کا بہت بڑا میدان ہے کیونکہ ہماری بنیاد مذہب اور اخلاق پر ہے اور دوسروں کی بنیاد ضیاعِ وقت پر ہے اور یہ سیدھی بات ہے کہ بِالآخر مذہب اور اخلاق ہی جیتیں گے۔ دنیا میں جب بھی کوئی شخص مذہبی نشان دکھاتا ہے یا اخلاقی نشان دکھاتا ہے تو چاہے کسی وجہ سے دکھائے وہ جیت جاتا ہے۔

مجھے یاد ہے مَیں بچہ تھا کہ مَیں نے ایک کشتی منگوائی۔ مَیں نے اور بعض اَور رشتہ داروں نے چندہ ڈالا اور قادیان کے اردگرد جو جوہڑ تھا اُس میں کشتی ڈال دی۔ ہم حتّی الوسع اس کی حفاظت کرتے تھے پھر بھی بعض دفعہ جب تالا کُھلا رہ جاتا تو گاؤں کے لڑکے آتے اور اسے کھول کر پانی میں لے جاتے اس میں صرف پانچ آدمیوں کی گنجائش تھی مگر وہ دس دس پندرہ پندرہ اس میں بیٹھ جاتے۔ اور پھر خوب کُودتے اور چھلانگیں لگاتے نتیجہ یہ ہوُا کہ وہ کشتی خراب ہوگئی۔ مَیں نے ایک لڑکے سے پوچھا تو اُس نے بتایا کہ دوسرے وقت میں گاؤں کے بعض لڑکے آتے ہیں اور وہ اس کشتی کو پانی میں لے جاکر خراب کر دیتے ہیں۔ مَیں نے کہا کہ اس دفعہ لے جائیں تو مجھے بتانا چنانچہ ایک دن گاؤں کے دس بیس لڑکے آئے اور وہ اس کشتی کو پانی میں لے جاکر خوب کُودنے اور چھلانگیں لگانے لگے۔ وہ لڑکا بھاگا بھاگا میرے پاس آیا اور اُس نے کہا کہ چلیں لڑکے کشتی لے گئے ہیں اور وہ اسے خراب کر رہے ہیں۔ میری عمر اُس وقت ساڑھے تیرہ سال کی تھی مَیں دَوڑا دَوڑا وہاں پہنچا دیکھا تو واقعہ میں وہ اسے خراب کر رہے تھے۔ لڑکوں نے مجھے دیکھ لیا اور چونکہ وہ گاؤں کے تھے اور ہم گاؤں کے مالک تھے وہ ہم سے ڈرتے بھی تھے اُنہوں نے جب مجھے آتے دیکھا تو یکدم اُنہوں نے تالاب میں چھلانگیں ماردیں اور بھاگ گئے لیکن اُن کا

رِنگ لیڈر چھلانگ لگانے کے بعد گھبراہٹ میں بجائے دوسرے ساحل کی طرف جانے کے اُسی طرف آ گیا جس طرف میں کھڑا تھا اور کچھ دُور فاصلہ سے نکل کر اُس نے بھاگنا چاہا میں نکڑ سے بھاگ کر اُس کی طرف پہنچا اور ابھی وہ جوہڑ سے نکل ہی رہا تھا کہ میں نے اسے پکڑ لیا اور بڑے غصہ سے اُسے مارنے کے لئے ہاتھ اُٹھایا۔ اُس نے بھی سمجھ لیا کہ مَیں اب مار سے بچ نہیں سکتا چونکہ وہ ایک مزدور پیشہ لڑکا تھا اُس میں یہ جرأت تو نہیں تھی کہ وہ مجھے مارنے کے لئے ہاتھ اُٹھا سکے اور پھر وہ مجرم بھی تھا ورنہ وہ مُجھ سے دُگنا طاقتور تھا اور اگر وہ مجھے مارنا چاہتا تو خوب کُوٹ سکتا تھا۔ بہر حال میں نے اسے مارنے کے لئے ہاتھ اُٹھایا اس پر بے اختیار اس نے بھی اپنا ہاتھ اُٹھا لیا۔ مارنے کے لئے نہیں بلکہ اس لئے کہ جب مار پڑے تو وہ اسے روک لے مگر پھر اسے خیال آیا کہ فائدہ کوئی نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انہیں اَور زیادہ غصہ آئے گا اور یہ مجھے اَور ماریں گے۔ بہر حال جب اُس نے ہاتھ اُٹھایا تو مجھے طبعی طور پر اَور زیادہ غصہ آیا اور مَیں بڑے زور سے اپنا ہاتھ پیچھے کی طرف لے گیا تاکہ پوری طاقت کے ساتھ اسے ماروں مگر معاً اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ہاتھ اُٹھانے کا کیا فائدہ؟ اور اِس خیال کے آتے ہی اُس نے اپنا ہاتھ نیچے گرا دیا اور اپنا منہ آگے کر کے کہا کہ لو جی مار لو۔ مَیں تھا تو بچہ مگر آخر بچہ کے سر میں بھی دماغ ہوتا ہے جب اُس نے کہا کہ لو جی مار لو تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اُس نے مجھے ڈنڈا مارا ہے میرا ہاتھ گر گیا اور مَیں شرم کے مارے پانی پانی ہو گیا اِس لئے کہ اس نے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ جب ہم جُدا ہوئے تو اُس کا سر اونچا تھا فخر سے اور میرا سر نیچا تھا شرمندگی سے۔ تو گالی دینے والا بے شک گالی دیتا ہے لیکن فوراً اس کے ساتھی سمجھتے ہیں کہ یہ ذلیل آدمی ہے اور وہ بھی اپنی ذات میں شرمندہ ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مَیں نے بہت بُری حرکت کی۔ غرض اعلیٰ تعلیم اور اعلیٰ اخلاق سے جو کام لیا جا سکتا ہے وہ گالی گلوچ سے نہیں لیا جا سکتا اور یہ ہتھیار خدا تعالیٰ نے ہمیں بخشا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ تم عزم کر لو کہ آئندہ اپنی تعلیم کو استعمال کرو گی۔ اگر تم اپنی تعلیم کا استعمال سیکھ لو اور اگر اخلاق کے متعلق جو اسلام کی تعلیم ہے اس کو یاد کر لو اور عورتوں کے سامنے پیش کرو تو لازماً

عورتوں کے دل نرم ہو جائیں گے۔ بے شک کچھ مرد ایسے بھی ہوں گے جو کہیں گے خبردار! آئندہ احمدی عورتوں سے ہرگز نہ ملنا۔ مگر کچھ ایسے بھی ہونگے جو کہیں گے کہ ان کا لٹریچر لاؤ تا کہ ہم بھی اس کا مطالعہ کریں۔ تو عورتوں میں تعلیم پھیلانا اور انہیں مسائل سکھانا لجنہ کا آئندہ پروگرام ہونا چاہئے جس کی ایک شاخ مَیں نے یہ بتائی ہے کہ ہم نے یہاں کالج کھولنے کا ارادہ کیا ہے۔

دوسری چیز جس کی طرف عورتوں کو خصوصیت کے ساتھ توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ مسجد ہالینڈ ہے۔ مَیں نے عورتوں کے چندہ سے اس مسجد کے بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ ہالینڈ ایک چھوٹا سا مُلک ہے شاید ساری آبادی اِس کی پچاس لاکھ سے زیادہ نہیں مگر وہ ایسا مُلک ہے جس نے انگریزوں کی طرح بعض دوسرے مُلکوں پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ انڈونیشیا جس کے بڑے بڑے جزائر سماٹرا، جاوا اور بورینو وغیرہ ہیں اور جس کی آبادی آٹھ کروڑ سے زیادہ ہے۔ یہ سارا مُلک پہلے ہالینڈ کے ماتحت تھا۔ گویا انڈونیشیا آبادی کے لحاظ سے پاکستان کے برابر ہے لیکن مسلمانوں کی تعداد کے لحاظ سے پاکستان سے بڑا ہے کیونکہ پاکستان میں ڈیڑھ دو کروڑ ہندو ہیں اور وہاں ہندو اور دوسری قومیں چالیس پچاس لاکھ سے زیادہ نہیں۔ اس مُلک پر پہلے ہالینڈ کا قبضہ تھا۔ مُلک کا نام ہالینڈ ہے لیکن قوم کا نام ڈچ ہے جو انڈونیشیا پر حکومت کر رہی تھی۔ اب جس طرح پاکستان آزاد ہوا ہے اِسی طرح انڈونیشیا میں پاکستان کے قیام کے بعد نئی اسلامی حکومت قائم ہوئی ہے جس کی آبادی مسلمانوں کے لحاظ سے سارے اسلامی ممالک سے زیادہ ہے لیکن جس طرح پاکستان اور ہندوستان کی آزادی کے بعد بھی انگریزوں کے ساتھ تعلق ہے اسی طرح انڈونیشیا گو آزاد ہو گیا ہے لیکن چونکہ اس کا تعلق ایک لمبے عرصہ تک ہالینڈ سے رہا ہے ڈچ کی کمپنیاں وہاں کُھلی ہوئی ہیں۔ ڈچ زبان بولنے والے وہاں پائے جاتے ہیں۔ ڈچ زبان میں ڈگریاں ان کو حاصل ہوتی ہیں اِس لئے باوجود آزاد ہونے کے ڈچ کا ان پر اثر ہے۔ اور انڈونیشیا کا ڈچ پر اثر ہے۔ پھر انڈونیشیا کو ایک اَور خصوصیت حاصل ہے کہ مشرقی ممالک میں سے وہ مُلک جس نے سب سے زیادہ احمدیت کو قبول کیا ہے وہ انڈونیشیا ہی ہے۔

یہاں دس ہزار احمدی ہیں اور احمدی بھی اچھے تعلیم یافتہ ہیں۔ گویا صرف تعداد کے لحاظ سے وہ زیادہ نہیں بلکہ رسوخ کے لحاظ سے بھی زیادہ ہیں۔ انڈونیشیا کے کئی وزراء ایسے ہیں جن کی رشتہ داریاں احمدیوں کے ساتھ ہیں اور کئی احمدی بڑے بڑے عُہدوں پر فائز ہیں۔ چنانچہ انڈونیشیا کی آزادی کے بعد ان کی طرف سے جو سفیر پاکستان میں مقرر ہو کر آیا اُس کا سیکرٹری ایک احمدی اور قادیان کا تعلیم یافتہ ہے اور سیکرٹری کی حیثیت ایک کمشنر کی سی ہوتی ہے۔ اِسی طرح ایک پہلا سیکرٹری جو بیمار ہو کر واپس چلا گیا وہ بھی احمدی تھا۔

پس مَیں نے عورتوں کو یہ خوشی کا موقع دینا چاہا کہ وہ اپنے چندہ سے ایسی جگہ مسجد بنائیں جس کا اثر سب سے زیادہ انڈونیشا پر پڑے گا۔ ڈچ لوگوں میں جتنی بھی احمدیت پھیلے گی انڈونیشیا پر اس کا ردِعمل ضرور پیدا ہوگا۔ مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس اہمیت کو عورتوں نے سمجھا نہیں۔ تیس ہزار روپیہ تو صرف زمین پر خرچ ہو چُکا ہے اور اسّی ہزار روپیہ کا عمارت کے لیے اندازہ ہے اور ایسی جگہ جہاں بڑے بڑے امراء پائے جاتے ہیں اور جہاں ہمارے مُلک کے مقابلے میں نہایت گراں مزدوریاں ہیں۔ عمارت پر اسّی ہزار روپیہ کا خرچ کوئی بڑی چیز نہیں۔ کراچی میں ابھی حال ہی میں وہاں کی جماعت نے مسجد بنائی ہے جس پر ان کا ایک لاکھ روپیہ خرچ ہوا ہے اور ہالینڈ کا دارالخلافہ ہیگ تو کراچی سے بہت گراں ہے اور پھر یورپ میں مزدوریاں بھی بہت زیادہ ہوتی ہیں پس وہاں کے اسّی ہزار کے معنے درحقیت چالیس ہزار ہی کے ہیں۔ مَیں نے آج سے اٹھائیس سال پہلے جرمنی کی مسجد کے لئے عورتوں کو تحریک کی تھی۔ اُس وقت احمدی عورتیں موجودہ تعداد سے دس حصّہ کم تھیں اب تو اٹھائیس سال میں ہم بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں اور ہماری حیثیتیں بھی بہت بڑھ گئی ہیں مَیں سمجھتا ہوں کہ آجکل دو تین شہروں مثلاً کراچی اور لاہور وغیرہ کو ملا کر ہماری جتنی آمدنی ہے اتنی آمدنی پہلے ساری جماعت کی نہیں تھی۔ مگر اُس وقت عورتوں نے اپنی ذمہ داری کو سمجھا اور میرے اعلان پر ایک مہینہ کے اندر اندر انہوں نے اسّی ہزار روپیہ جمع کر دیا۔ مگر بعد میں جرمنی حکومت نے چونکہ ایسی پابندیاں لگا

دیں جن کے ماتحت چھ سات ماہ کے اندر مسجد کی تعمیر مکمل ہو جانی چاہئے تھی اور ہمارے لئے ان پابندیوں کے مطابق مسجد بنانا ممکن نہیں تھا اس لئے ہم نے وہ روپیہ لندن کی مسجد میں لگا دیا اور عورتوں کے روپیہ سے وہ مسجد بن گئی۔ بہرحال ہماری جماعت کی عورتوں کی تعداد اب دس گُنا زیادہ ہے اگر اس مسجد کی بھی وہ وہی اہمیت محسوس کرتیں اور اسی اُخلاص کا نمونہ دکھاتیں جو اُنہوں نے برلن کی مسجد کے متعلق دکھایا تھا تو اب تک آٹھ لاکھ روپیہ جمع ہو جانا چاہئے تھا مگر ہوا اتیس ہزار ہے۔ اب گورنمنٹ کی طرف سے مطالبہ ہو رہا ہے کہ جلدی مسجد بنائی جائے اور جن شرطوں کے مطابق ہمیں اس مسجد کے بنانے کی اجازت ملی ہے ان کے لحاظ سے بھی ہمیں جلد سے جلد یہ مسجد بنا لینی چاہئے۔ پس مَیں احمدی خواتین کو ایک بار پھر تحریک کرتا ہوں کہ وہ جلد سے جلد اِس مسجد کے لئے روپیہ جمع کریں۔ زمین خرید لی گئی ہے اور اگر چھ مہینے کے اندر اندر ہم عمارت شروع نہیں کریں گے تو معاہدہ کے مطابق یہ زمین ضبط ہو جائے گی۔ لجنہ اماء اللہ کو چاہئے کہ وہ مختلف جماعتوں پر ان کی تعداد کے لحاظ سے چندہ معیّن کر کے تقسیم کر دے اور اُن کا فرض قرار دے کہ وہ اِس چندہ کو جلد سے جلد جمع کر کے مرکز میں ارسال کریں۔ مردوں پر امریکہ کی مسجد کا خرچ ڈالا گیا ہے جس پر ڈیڑھ لاکھ روپیہ خرچ ہو چُکا ہے اور ابھی عمارت کی مرمت اور درستی پر اَور روپیہ بھی خرچ ہوگا۔ عورتوں میں مسجد ہالینڈ کے چندہ کی تحریک اگرچہ پیچھے ہوئی ہے مگر تمہارے لئے ایک یہ بھی خوشی کی بات ہے کہ مردوں کا چندہ تمہارے چندہ سے بھی کم ہے حالانکہ مرد اگر قربانی کرتے تو ایک ایک شہر کے لوگ اتنا روپیہ جمع کر سکتے تھے مگر ان کا چندہ صرف چھبیس ہزار ہوا ہے۔ پس تمہارے لئے یہ امر مزید خوشی کا موجب ہے کہ باوجود اس کے کہ تمہاری آمدنیں مردوں سے بہت کم ہوتی ہیں پھر بھی تم اُن سے پہلے چندہ ادا کر دیتی ہو۔ ابھی گزشتہ دنوں یہاں خدام کا اجتماع ہوا تو ان میں سے ایک نے کھڑے ہو کر کہا کہ عورتوں کی اِس میں کیا خوبی ہے آخر وہ ہم سے لے کر ہی دیتی ہیں دوسرے نے جواب دیا کہ لے تو لیتی ہیں۔

آخر میں مَیں تمہیں اس طرف بھی توجہ دلاتا ہوں کہ لجنہ کے دفتر کی بنیاد یہاں قائم

کر دی گئی ہے شاید عورتوں نے وہ جگہ دیکھی ہوگی۔ اس میں بارہ کمرے ہوں گے اور ایک بڑا ہال ہوگا ایک لمبی بلڈنگ لائبریری کے لئے بنائی جائے گی تا کہ عورتوں میں مطالعہ کا شوق پیدا ہو۔ کمروں میں میز لگے ہوئے ہوں گے کُرسیاں بچھی ہوئی ہوں گی اور مطالعہ کا شوق رکھنے والی عورتیں مختلف علوم وفنون کی کتابیں وہاں بیٹھ کر مطالعہ کریں گی اور جو نوٹ لکھنا چاہیں گی وہ نوٹ لکھیں گی۔ اِسی طرح ہال میں مختلف مضامین پر لیکچر بھی ہوں گے اور عام مطالعہ کرنے والی مستورات وہاں بیٹھ کر مطالعہ بھی کریں گی۔ اس کے ساتھ لجنہ کے دفاتر بھی ہوں گے اور پھر آہستہ آہستہ ایسی عمارتیں بھی بنائی جائیں گی جن میں آنے والی مستورات کو ٹھہرایا جا سکے اب بھی اس کا احاطہ اتنا وسیع ہے کہ اس میں کئی ہزار عورت آ سکتی ہے لیکن پھر یہ فخر بھی صرف تم کو ہی حاصل ہے کہ تمہارا اٹھائیس ہزار روپیہ اِس غرض کے لئے پہلے سے جمع ہے صرف چوبیس، پچیس ہزار روپیہ اَور ہو تو کام ہو جاتا ہے یہ کام بھی آپ لوگوں نے ہی کرنا ہے۔ یہ عمارت اب جلدی ملنے والی ہے اور چونکہ اس میں لائبریری بھی ہوگی اور لجنہ کا دفتر بھی اس لئے اس عمارت کے مکمل ہونے پر عورتیں اس میں اطمینان سے اپنے اجلاس بھی کر سکیں گی اور ان کی رہائش کا بھی اس میں انتظام ہوگا۔ یہ کام بھی ہے جس کی طرف مَیں نے توجہ دلا دی ہے گو لجنہ یہ کام کریں گی جس کی طرف مَیں نے توجہ دلا دی ہے کیونکہ یہ کام ایسا ہے جو عورتوں کے اعزاز کو قائم کرنے اور ان کی پوزیشن کو نمایاں کرنے والا ہے اور عورتوں کا اس طرف توجہ کرنا نہایت ضروری ہے۔ میرا ارادہ تو صرف دس منٹ بولنے کا تھا مگر تقریر ایک گھنٹہ کی ہوگئی ہے۔ اب مَیں مختصر دعا کے بعد یہاں سے جاؤں گا اور نماز کے بعد مردوں میں تقریر کروں گا جو یہاں بھی سُنی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو موجودہ دَور کی ذمہ داریوں کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور وہ ایمان اور اخلاص اور فدائیت آپ میں پیدا کرے جو صحابیاتؓ کے اندر پائی جاتی تھیں تا کہ اس زمانہ میں احمدیت کی اشاعت کا جو فریضہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر عائد کیا گیا ہے اس میں آپ کا حصّہ مردوں سے کم نہ ہو۔‘‘ (الفضل ربوہ ۱۹/ جولائی ۱۹۶۲ء)

۱؎ : مسلم کتاب فضائل الصحابة باب مِنْ فضائل خديجةؓ

۲؎ : موضوعات مُلّا علی قاری صفحہ ۳۷ مطبوعہ دہلی ۱۳۴۶ھ

۳؎ : بخاری کتاب المظالم باب الْغُرُفةِ وَالْحُلّيَّةِ (الخ)

۴؎ : ترمذی ابواب البرّ والصلة باب ما جاء فی النفقة علی البنات

۵؎ : ابن ماجه کتاب الادب باب الاستغفار